

نہ دِل کو راہ پر لائے

کنیز نبوی

عکسِ اولاد

اس نے دھندلائی نظریں سے دور ہوتی عنبر
عارف کو دیکھا جو اسے ناکروہ گناہ کی سزا سنائی تھی۔
سیف مصطفیٰ نے آنکھیں موند کر بھی کو اندر
دھکیلا اور لب بھج کر ہنسل سے باہر نکل آیا
واپسی کا سفر ہمیشہ تھکا دینے والا ہوتا تھا مگر اک

اس نے تو اب تنہا کی زندگی میں محبت کو ہمیشہ
مہمان بنی دیکھا تھا مگر اس لمحے جب زندگی کی بساط پر
محبت کے صوفے نے بحرِ جدائی اور وہ چھوڑے کی چال
چلی تو اسے پہلی بار پتا چلا کہ محبت خاتم بھی ہو سکتی

ناولٹ



مرداری بھی نہی ہر اس کے رگ و پے میں دوڑتی
روتی مگر نہ وہی کا سر پہ عمل کر دیتے، دلا تھا کہ ہر
بار سخی نہیں پیش ان کے بچے اور ادا لے کی تیار
پکڑے ہوئے تھیں۔
سیت صفائی نے پیش کی طرح گاڑی میں بیٹھے
سے ملے سر پہ گر لپڑے کیا بسلا آگے چلا آیا اور قریب
اودھائی مسکراہٹ سے پیش ہو چلا۔ آگے مگر ان جہ تو تھا
یہ لپٹا تھ تھا۔ آنکھوں میں لمن کی آہیں لے مسکراتے
ہوئے وہ منہ نہ خوب صورت وجود کس بھی نہیں
تھا اسے نہ لپٹا ہوا تھا اور آیا اور ایک دھندلا سا
سلیب دیکھا پڑتا ہوا اسے بھی بل سکتا ہے اور ساتھ میرا
وجہ ہو سکتا ہے اس نے گاڑی اشارت کی۔ اس کی
آنکھوں میں چٹکی نمی لب گاہوں پر حیرتی تھی۔

اور یہ اس نے چٹ کی طرح مڑ کر دیکھا تو اس
سے غصہ و غارت لگال چلا۔ وہ سامنے آ کر اسے چلا کر
رک جانے کو کہے اور اور اگلے دم میں اس کے
سائے میں گر کر قہر سے کہا ہوا اقرار اور ہرارت۔
حسیف حسیفی! تاکہ تم اس معاشرے کے سودو
نمر میں عورت کی انفرادی و فکری وارث تمہارے بغیر نہیں
ہو سکتی کہ عورت کی یہ کنوڑی ہے۔ وہ جانتی نہیں
پڑھتی ہے میں کا محبوب عام سماج ہو کر بھی اس کے
لے ہو تاکہ وہ ہر کتاب ہے اور یہی لغزش خیال اس کو
کہیں کا نہیں سمجھتی۔“

مگر اس سے پہلے کہ وہ سینہ مصطفیٰ کو ہلاتی اس کی
 نظروں میں کیڑی اور اس کی آنکھوں کے سامنے
 دھند چھا گئی۔ ٹھیک رہنے پہلے جو منہ صاف تھے
 سامنے کے دور کی طرح، آئیں اس کے رخساروں پر
 تھے تو ابھرے غمگین، کھلی ہوئی رائی کے پڑ پڑاتے
 دلق ملدے منظر واضح ہونے لگے۔

سینہ مصطفیٰ کو بھول گئی۔ اہلی محبت کی تپسیا کو

بھول گئی۔ بھول گئی۔ بات بھی کہ وہ محبت کی نگاہوں
نہی۔ اس کی نظموں کے سامنے سوا کہ چہرے کی لہو
کھلی آنکھیں پھٹے ہوئے دو ٹوٹ اور ابھرا ہوا ہے
سفرِ جاوید میں بھی غمگیناں تھا۔

اس کی سسکیاں آہستہ آہستہ بلند ہوتی گئیں۔
 "نہیں نہیں سید"۔ "مطلقاً نہیں"۔ "تو برا بھلا نہیں کر
 سکتی تم ہی تو اس معاشرے کے مراد و مقصد کے لئے
 مجھے کیا رہتا۔ مجھ کے چنے ہوئے انھوں میں سے ایک والی
 بسوئی جمال لڑکیاں لایا جانیں۔ انکار یوں کی نسبت کا تو یہ
 امامی یہ ہے۔ سب ملے ہی تو میں کھا جاتی ہے"۔ اس نے
 اضطراب سے سر تپتے پر بھاگ اس کی آنکھوں میں پانی کا
 ایک ایک ٹکڑا روشن تھا۔

وہ دینا بڑا خوشگوار تھا جب وہ اہل جان اور بیابان کی فوجوں پر اہل ایم سی ہاتھ لگھڑو میں داخلہ دے کے آتی تھی۔ حیدر آباد سے واپس گاؤں پہنچتی تو اہل اس خبر سے ہی فضاں ہلکتی تھیں کہ اس کی بیٹی کو پہنچا کر اس کو اہل مل گیا ہے۔ وہ اسے خوشی سے چومتی اور بات بے بات مسکراتی تھیں تو رئیس عارف نظامی دیکھ کر مسکرا دیتے تھے۔ عارف کو وہاں ہاتھ کمر پر رکھ کر باپ کو شرارت سے دیکھتی اس سے پہلے کہ وہ پیش کی طرح کہتی۔

”یا جان بھل کر چلے“ روئیں عارفِ حقہ کا
 اس پر بڑے جیسے شرارت کرتے پکڑے گئے ہوں۔
 اور اس نے ہمیشہ کی طرح جتے ہوئے باپ کے
 میرا نہیں بلکہ میرے۔

”ایسا! آپ ایسا کی باتیں کر رہے ہیں چلے چلے مسٹر کے
 ہیں بہت اچھی لگتی ہیں نا ایسا آپ کو؟“
 ”ظاہر ہے عمر کمزوری ہے اس کے ساتھ۔“ تو میں
 عارف اظہار کے اچھے مسٹر بہت اور گھبرائی ہو جاتی۔
 ”بہت چاہا ہے نا آپ نے لالہ کو؟“
 ”نہ شہزاد سے! آگے میں پہلا نہیں۔“

ایٹلی وٹا می کی ہے پچھل چوٹیا رہی
اسے اصل دھلی جو دھلی۔ (انکی ہوی ہوئی سے)
پ کے ساتھ چٹنی روٹی ہے اصل گائے کی گائے
ماتھ چٹنی باتوں پر چڑھ کر لیں۔

”یاد رکھیں، انہیں میںوں کیا کھندی تھی اے۔“
اس نے منہ سورا کر کہا تو میں نے جس گراں سے اپنے
ہاتھ لگایا۔

آپ کی یہ جانب داری مجھے ایک آنکھ میں
بھائی۔ تمنا کش نے بھڑک کر کہا۔

۲۔ ہمسایوں سے اختلاف نہیں کر سکتا۔ "پیارے
بائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی اپنے دل پر رکھی۔"

”ایسا! میں آپ کی بیٹی! اور تمہیں اور آپ کے بیٹے کے
راجہ تمہیں دادا نے ہی پروردگار کی پھر آپ دونوں کے
چاکر کوئی حاکم سماج نہیں تھا! اس نے چپکے سے باپ
کے گھن میں کہا تو وہیں عارف نہیں کر دھیرے سے

”یہی شیائے غیب سے اور تمام احوال“

موسیقی پر کیا کھسپہ کر رہی تھی ہے یہ جے کن
 تھی۔ "موسیقی یہ کیا کھسپہ کر رہی ہو ہاں کے کلن
 (۔) ماں نے کہا تو اس کے بھائی نے بھی چھیڑا۔
 بلکہ موسیقی کیا کھسپہ کر رہی ہے نہ۔"

”کیونکہ فیروز خان دامپدی دھمی کو تو کچھ نہ کہہ سکتا تھا۔ تھلا دانا پانی بند کر چھوڑ سکتا۔“ اور کھس عارف نے ہتھ پونے بیٹے کو دھس کیا۔

”ایسا تو بد کہہ ایساں دے سامھوں۔ اے ملے
ماہر جھگٹی ہے۔“ (ایسا تو بد کہیں اس کے
لمبے توپلے ہی سر جھگٹی ہے۔)

”میڈی ٹواہش تو میں نے پوری تحقیق کے ساتھ فیروز“
 ”میڈیٹ بھی ایڈیٹر نہیں کیا سنا ہوا ہے“
 ”کلنٹن کا نام ہے۔“ (میرا بیٹا بھی اتنی زمینیں سنا رہا
 ہے کہ کوئی چھوڑا کام ہے) اس کی ماں نے جلدی سے
 ”وہ کبھی پیدا ہوں گے تو ہر صورت بھائی ہی اچھا لگتا“

”جس سے شہزادہ کی توجہ فرما رہی ہے۔“
”قطعی میں کئے ہوئے ہیں۔“
”میں کبھی یہ نہیں کہتا۔“

وہ اپنے لئے چھٹکارا کر رہی۔
 "میں نے ان کے کھانے کے سامنے بیٹھ کر
 کھانا کھا دیا۔" - "میں نے ان کے کھانے کے سامنے
 بیٹھ کر کھانا کھا دیا۔" - "میں نے ان کے کھانے کے سامنے
 بیٹھ کر کھانا کھا دیا۔"

”اوی غایب ہو چکی کر۔ میں۔“ وہ نہیں جاننے
 اٹھ کر اس کے میں ہاتھ رکھا۔
 ”اوی بھائی مگر آج میں بھی ملھائی کہا کر ہوں
 گی۔“

”بابا اوری کہیں نہیں۔ صرف مصطفیٰ ہیں۔ میں بھی
فیروز کو مانگتی تھی۔ ہوں مصطفیٰ کہنے مگر اوری آج ہمارے
ہاں صرف مصطفیٰ نہیں رہی گھاگر بابا عاتشہ اوری
کی پستہ کی چیزیں فیروز کو دے دے آئے۔“
”بابی عاتشہ اوری کہہ گئی تو لواعارف بدخوش ہے۔“
تاہید نہی۔

”اوی! اوی! تو میرے بچے میں انسان کی خوشیوں میں
خوش نہیں ہوں گا تو پھر کون کی خوشیوں میں خوش ہوں
گا۔“

”ہاں! تو ہی تو میرے بھائی ہو“ پھر تمہاری لڑائیوں
بھی دو اور ہو جو گیا تو پھراٹ کرتے تھیں اس کا بھی ایک
وانہ ہے۔ اللہ اسے لمبی عمر سے سیایا کے قتل ہی ہوتے
ہوئے نہ۔ ”بہیدے“ میری سانس لی۔

اس نے دیکھا بابا ایف ایم چپ سے ہو گئے اور
لاکھ بھلنے سے اٹھ گئی تھیں۔

اور: اب اسے اک: ایٹم داخل میں
پھوٹنے آئے: اس سے نکل کر کے پوچھ رہا ہے۔
"جی! اس شرم میں جاچکا بھی تو رہتے ہیں۔ آپ اگر
"سرے پاسٹلز سے مطمئن نہیں تھے تو مجھے وہاں بھی
"پھوٹتے تھے۔"

وقف او کی نہیں۔

پاور صفت اور یہ مستقل قرار دے طبعاً ہنس کہ حلقہ
خوشدلی یہ پیچیدہ مزاج تھا کہ وہ اپنے والد اس فرق کے
پیشرو و فاضل میں دوستی ہو گئی۔ ساتھ اثر سے
پیشرو۔

”شاہ ظلالیوں میں دھاک کی پائی جاتی ہے۔“
شاہ شاہی تم نے آنا کر تو دیکھو۔ یہ فوراً
ترجیہ کر لے۔

یہی آنسو کے لیے مجھے کسی گلابی سے مل گیا
 "میں نے کہا" "صدمے سے بڑے چاند کو شراب"
 "کسی اور سے نہیں مجھ سے" "میں کراس کے
 بیڑ پر آئی۔"

کیا خاک ہو آئے کہ "فہرہ اسامیہ عالیہ" نے
عارف سب سازد ہشتہ ہوئے اسے حکم کیسے ماریں۔

گئی۔ شہور شہور میں تو اس نے توجہ نہ دی کہ وہ
 گھوڑے پھرنے، شاہنگ کرتے اور کھلنے جانے کی
 شوقین تھی۔ مگر جب وہ گلی سے آرٹھم کو قسقل
 باہر جانے لگی تو اس کا ہاتھ ٹپک چوٹک ہو سہل کے
 معلومات میں یہ غفلت کرنا اس کی عادت نہیں تھی اس
 لیے کبھی اس نے صائمہ سے پوچھا نہیں تھا اس نے
 دیکھا تھا کہ صائمہ کی بڑھالی میں بھی پہلی سی دلچسپی ہوتی
 نہیں رہ سکتی تھی۔ وہ اکثر قلب کو ہلے سوچ میں
 ہوتی۔

یہ چھالی ہو رہی ہے؟“ وہ انٹ کر کہتی تو وہ جا
بو جھ گھڑنے کی ایک ٹنگ کرتے ہوئے اس طرف جانچے
کہ اس کے سامنے کھلی ہوئی کتاب زمین پر جا کر
اور وہ اس کی لاجواب ایک ٹنگ پر ہنس پڑی۔

”جیسی سوچ رہی تھی کہ اللہ سے انسان
بد صورت ہے۔ ٹیلا، پیلا، لال، سبز رنگ، دیشے،
جڑیاں، گوشت۔ انہوں نے سوچا تو حکی ہوئے
ہے۔“ وہ اپنی معصومیت سے مدعا کرتی تو وہ
عارفِ مفسد تھی۔

”کافکے تہذیبوں کے گہرے گہرے ماحول میں“

ہنگ کی باب میں کاشق قحی پھر ضرورتیں کی مکر
 وہ ان کا دھڑا نہیں مل گیا پھر ضرورتیں کی مکر
 لیکن وہ باب کرتے رہے البتہ ان کا جہاں شمار لازم
 خان محمد ہی جانیو اور کے سارے معلوم ہو رہا ہے
 نہیں تو کمر ہینے رقم مل جاتی تھی۔ سیف کے بعد ان
 کے آگن میں کوئی اور پھول نہیں کھلا۔ سو ان کی
 مادی توجہ کامرکز سیف ہی ہوئی۔

وہ ہر بات سے واقف رہنے کی کوشش کرتے جب
اپنے شوق سے میٹھ بکھل میں آیا تو نواز مصروف ہو
گیا۔ اس کی خاموشی اکثر باہر گزرتی تھی۔ جب وہ شکوہ
کرتے تو وہ منہ کر کے تھکے۔

”بابا! دوستوں کے ساتھ اسٹڈی کرے جاتا۔“

میرم بڑھیں "نہ ان لوگوں کا ہے پھوسنہ۔ کیوں اتنی
چوچکھ کرتے ہیں۔ اس درد میں تو اتنی پوچھ بچھ لوگ
کیوں سے نہیں کہتے "آپ بیٹے کا ناک میں دم کر
دیتے ہیں۔"

اور وہ کہتے: "میری تو عمر مہوئی ہے لڑکوں کے بننے اور
 بننے کی وجہ لڑکوں کی ہر خواہش پوری ہو رہی ہو تو
 کچھ ایسی خواہشیں مل جیتے ہیں جو جان کا رو گھسنے
 لگی ہیں۔"

۱۰ اپنا تک جو تک کر ماضی کی گیلیں سے باہر آگئے
 نے کچھ کما قتل اصول نے قریب ہو کر سننے کی
 شش کی۔

”تم۔ میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتیں۔“
 علی نے غور سے بیٹے کو دیکھا۔ جو کچھ وہ غصہ کی
 بات تھا، اسے سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔ ”کیا
 آپ کسی کو پسند کرنے لگا تھا۔ مگر مجھے اس بات کا علم
 نہ ہو سکا؟“

چند دلوں میں ہی ساتھ جیسی سے کھل مل گئی
- حالانکہ دونوں کی طبیعتوں میں بہت فرق تھا۔

[illegible]

”ایسا توڑ کے دن بھی تپ نے مجھے نہیں دیا۔
 میں بھی اس گاؤں میں دوش کر نہیں سکتی تھی۔
 آپ نے مجھ سے تعلق توڑا تھا مگر
 ہر تعلق توڑ کر جا رہا ہوں۔“

اور وہ اپنے مرد کے اپنے بچے کے نقشے کے ہر حرف کو

ان سے جو تم سے بعد آئیں اپنے لیے لی واپس
 اخذات ملے تو وہ حیران رہ گئے یہ تو انہیں بعد میں
 چلا کہ ان کے پاس نے ان کی ماں کو پھیلنے کے
 ان سے کہا تھا کہ "تو غلام مصطفیٰ سے ملنا ہو تو میں
 جاگداؤ کا حق ہے وہی ملک"

دور وہ انکی پہلی ماس کہ اس ایک بات کو لے کر چن

اور جب چند سال بعد دوبارہ بیمار ہوا اور ہسپتال میں
دوے تو وہ انہیں دیکھنے جاتے اور روزانہ گھر سے
بائو کر لے جاتے۔ وہ ان کے سر پر ہاتھ رکھتے
میں دیتے ہوئے آمیزہ ہو جاتے مگر جب ہسپتال
میں ان کا انتقال ہو گیا تو وہیں سے طے لگے
کہ یہ بھی ماں باپ کے بعد گھوک میں اب ان کا رکھنا
مستحکم سوائے ایک بھائی کے جس کی وجہ سے وہ جا
کات رہے تھے۔

ن کی ساری خوشیاں اب مریم اور سیف کے

مجموعہ سب سہیلی لائٹ میں میں گلی جیو دوائے میں کے
دوا میں سرشاری اور مل ای میں انھوں نے اسے
اور کر سہ تھا شروع کیا تو میں کی وہی بول
تو میں نے یہ کہ

پیشکش کرتے ہیں کہ ان کے پاس

اور یہ کہ انہوں نے اور بھی کئی چیزیں لکھی ہیں۔
ان کی کتاب میں ہے کہ وہ ایک دفعہ اپنے
موجودہ مکان سے نکلے اور وہاں سے نکلتے ہوئے

ہمیں آپ کی جیسے بات کا میرے پاس ہونا

اور یہ کہ اس کی اصلاح میں بھی کچھ کام کرنا ہوگا۔

میں غریبوں کے لیے روٹ بھی لائی ہوں۔ دوتیرا
 صدمہ تھا۔ میں اب ضد پھوڑا کے چلی کرپاں
 کوٹنے لگی۔

یہ ہے کہ میں کب کا تاولی کا باب آپ

اپنی اتھارے باپ کی خدمت بڑی خراب ہے۔ وہ
میں تو ایسی آئے ہیں کہ مجھے گھر میں نہیں
یاہم جانور اگر گاڑی میں بیٹھ گئی۔ تب سے باپ کو
نہ ملے کہ اب اگر آپ مجھے گھر سے نکالیں تو بھی
وہ تو بھی میرے غلام مصطفیٰ کا گھر ہے۔ وہ وقت
میں ضرور نکلائے گا۔ مجھے بس باپ نہیں رکوں
وہ ہے تو نے گاڑی بھی بھیجی تھی۔ وہ ستر
کیا۔

پچھلے۔ ”میں نے انہیں دبانے کے لئے

انسان کو مکمل کی پوشاک پہنا کر خوب صورت بنا دیا
 لیکن ساتھ کے بدلے ہوئے دیتے سے اسے
 تھکائیں ہوئے لگی تھی۔
 اور تو اور اس کے معاملات میں وہ چنگیز خان کی
 ہیشیم میڈم جیسے بھی کچھ نہ دیتیں۔
 "آج آئے تو ضرور پوچھوں گی اس نے دل ہی دل
 میں تیرے کلب رات کے نو بج رہے تھے اس نے سوتے
 ہوئے کھڑی کار پر سر کیا۔
 ساتھ ٹیڈی سلین سے اتر رہی تھی اور اس نے
 دیکھا کہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے نو جوان نے
 کھڑکی سے سر نکالا "باتھ بلڈیا اور گاڑی زن سے
 پھلے گیل۔ اس نے نیچے بھاٹک کر دیکھا کہ پو کیدار
 کب کیا کتاب ہے مگر وہ سر ہٹا کر تالا کھول رہا تھا۔
 وہ خاموشی سے آکریٹ کی پنٹ منٹ بعد ساتھ
 گھٹاتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی۔
 "کہاں سے گھر رہی ہو؟" اس نے غور کر کے پوچھا۔
 "میدر آباد سے۔" اس نے بندے اٹار کر تھیلے پر
 رکھتے شرارت کیا۔
 "پچھلے پو توئی خبر ہے۔" وہ چل گئی۔ "بائے باؤے
 ہم راجے کول ہیں؟" اس نے طنز آمیز انداز میں پوچھا۔
 "میدر آباد میں۔" اس نے جیسے ہوتے ہوئے سچے پردہ کی
 سے ہنسنے لگا۔ اور پوچھنے لے کر واش روم میں
 دھس گئی۔ تو پھر سے عزیز عارف نے خصر سے دل
 نہ لیا۔
 "پڑے تیرے تیرے کلب کے منہ دھو کر اس کے بندے پر
 پڑیں۔"
 "ہاں مہترہ عزیز عارف کھلتی صاحب! قابا"
 تب داخل ہیں۔ چھپنے چھپتے ہوئے لگی تھیں۔
 "کیسی تھیں؟" عارف نے پوچھا۔ "وہ کھلتی سے
 ہلی تو اس کے بچے اپنے اندر پڑا کھسکا کر میں
 پڑا۔ پھر وہ بندہ ہی حاضر ہے تب کی مہلت میں۔
 چھپ چھپ کر گئی ہیں۔"

"ساتھ! اگر میں تم سے کوئی دالی سواں کروں تو؟"
 اس نے سنجیدگی سے کہا۔
 وہ عزیز عارف کے سنجیدہ چہرے کو دیکھ کر خاموش
 ہو گئی۔ کچھ توقف کے بعد اس نے اثبات میں سر ہلا
 تے ہوئے کہا۔
 "مجھے پتا ہے تم کیا پوچھنا چاہ رہی ہو۔ تم میری بہت
 اچھی دوست ہو اور تمہیں یہ حق حاصل ہے۔"
 دھیس سے مسکرائی۔
 "نہیک ہے تمہیں پتا ہے تو تم خود ہی بتاؤ۔"
 دل ہٹا کر اٹھ کر بیٹھ گئی۔
 "مجھے سہیل اچھا لگنے لگا ہے۔ ہاں عزیز عارف
 دل میرے قابو میں نہیں رہا۔" ساتھ نے دھیس سے
 کہا۔ اس کے انداز میں ہیشیم تھی۔
 "تو تم روز اس سے ملنے جاتی ہو؟" عزیز نے کہا تو
 بداد "وہ خاموش رہی۔
 "ساتھ! عارف سے ملنا باپ نے ہمیں یہاں اس
 سبب نہیں بھیجا ہے کہ ہم پڑھنے کے بجائے لوہر لوہر
 کی پٹریوں میں انوار ہو جائیں۔"
 "تم از کم میری ماں نے مجھے کوئی ایسی نصیحت نہیں
 کی تھی کہ کسی سے دل نہ لگانا نصیحت نہ کرے۔" وہ اپنی
 لہجہ بے نیاز سے بولی۔
 "مجھے پتا ہے تم ایسی ہی اذیت ہو ایک بہت کچھ
 میں نہیں آتی کہ ہیشیم چنگیز خان (میڈم میڈم) نے
 کس خوشی میں تمہیں اتنی نصیحت سے رہی ہے؟"
 "پیر۔" وہ مسکرا کر اسے دیکھنے لگی۔ "پیر بہت
 بڑی چیز ہے میری جان! اس سے آپ لوگوں کو غم
 بھی سکتے ہیں۔ ان کے منہ بھی بند کر سکتے ہیں۔"
 "کی ہاں! ضمیر فروش لوگوں کو۔" اس نے ہنسی
 کی۔
 "میں نے اس سے کہا کہ جس وقت بھی اس کو
 گت کھلا ہوا ملتا ہے۔ میرے معاملات میں
 تمہیں کھن لوڑ کیاں بند رکھو اور میرے گھر والوں
 سے میرے بارے میں نہ کہو نہ کوئی تو میں تمہیں ہر
 طے شدہ رقم سے کوئی رقم دے سکتی ہوں اور وہ

نہیں ڈرنا۔ کچھ دھم میں جس کی کڑکھالی جان بوجھ کر
 کھلی رکھی جاتی ہیں۔ وہ سچ ہوئی تو اس نے انہوں کی
 سے اسے دیکھا۔
 "دل کا کاروبار جاری کر گفٹ لینے دینے سے
 انکار ہے۔ ہم شاپنگ کرنے گئے تو سیف بھی ساتھ ہو
 لیا اور کما کما کل عینہ کو میں اپنے پسند میں رنگا ہوا
 رنگنا چاہتا ہوں۔ مجھ سے تو ملتی ہوئی کہ انھا کر لے
 تلی۔ اب تم جاو اور سیف جانے مجھے تو معاف ہی
 رکھو۔" اس نے کہتے ہوئے غصے میں کھل اوڑھ لیا۔
 اور عینہ چاہتے ہوئے بھی کچھ نہ کہہ سکی۔ وہ
 بیٹھ سے ایسی ہی تھی۔ لہجے کی تخیروں سے ڈرنے
 والی۔
 "دوسرے دن صبح صبح سے ہی تیاری میں لگی ہوئی
 تھی۔ زور زور سے رنگ کے امتزاج والا سوٹ جس پر
 موٹیل کے ساتھ بیٹھ کر کڑکھالی کی ہوئی تھی۔ اس نے
 استری کر کے انداری میں رکھا۔
 "تم آج پونیر شہر نہیں جاؤ گی؟" اس نے ہنستے
 کرتے ہوئے استفسار کیا۔
 "میں کون جانے کج پور ہونے۔" وہ بے وجہ
 نفی۔
 "جج کا اٹھا صائمہ نے۔" وہ خود بھی آرمور ہوئی تھی۔
 سیل سیف "صائمہ" اس سے روپ سے کوئی بھی
 نہیں کیا تھا۔ اس سے بے دلی۔ جتنی مشکل سے
 وقت گزارا تھا پھر شاپنگ گھانا کھانا اور سوئی۔
 اس کی آنکھ کھلی تو صائمہ تیار ہو رہی تھی۔ اس نے
 وال کاک کی طرف دیکھا تو شام کے کچھ بج رہے تھے۔
 صائمہ کی تیاری آخری مراحل میں تھی۔
 "پہلو اٹھو تم بھی تیار ہو جاؤ۔ آخر کو تمہارا سیف
 بھی تم سے ملنے آئے گا۔ دیکھو عینہ اتم ہو بہت
 مہدی۔ کج کے دن تو اس سے کہیں باہر مل گئیں۔"
 اس نے چو لری پہن کر پلو ماسپرے کیا۔
 "کسل مہدی سے لٹی اسے دیکھتی رہی۔ اس نے
 جھک کر میٹل پر سٹاپ اسٹاک اٹھا کر اس میں ڈال دی۔
 "عینہ! اس سے ہم محبت کرتے ہیں ان پر اکتا

کمر ہائی پڑتا ہے۔ ورنہ پتا ہے کیا ہوتا ہے" اس نے
 شرارت سے اسے دیکھا۔
 اس نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ "میں کر
 اس کے بیڈ کی طرف آئی "محبت کنوڑا ہو جاتی ہے پھر
 اب اٹھو بھی سیف بھی آئے ہی دلا ہو گا۔"
 اس نے کھل اس پر سے کھینچ کر اتار دیا۔
 "مارے مارے اٹھتی ہوں مہدی لگ رہی ہے۔"
 وہ چلتی۔
 "ایک تو تمہاری سروری ختم ہونے میں نہیں
 آئی۔" اس نے پورے کرکے اور گفٹ اٹھایا۔
 اس کے جانے کے بعد بھی وہ آنکھیں موندے
 سستی سے لٹک رہی۔
 "عینہ! پانی! آپ کا کوئی مسلمان کیا ہے۔" ملازمہ
 جس کے قہقہے ان سب کا کھانا اور پیغام رسی تھا اسے
 بلانے آئی تھی۔
 "میں آ رہی ہوں پانچ منٹ میں۔" وہ کھل پھینک
 کر جلدی سے واش روم میں گھس گئی۔ تو کچھ سے وہ
 پونچھتی وہ ڈرننگ روم میں تک آئی، جلت میں بل ہمار
 ساہ سے کان کے ہونٹ کی شکلیں اپنے ہاتھوں سے
 درست کیں۔ اس کے پیچھے ہوئے گفٹ اٹھا کر لپے
 ڈرائنگ روم میں آئی۔
 صوفے پر بیٹھا سیف اسے دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔
 "تھینک یو۔" اس نے مسکرا کر پھول اور گلابوں
 کے ہاتھ سے لے لیا وہ جھولوں میں ہاتھ ڈالے اب بچے
 اس کے ساہ سے روپ کو خوش اور ہار اس کی کی کی
 کیفیت سے دیکھا۔
 "جینو! تم کمرے کیوں ہو۔"
 وہ خاموشی سے بیٹھ گیا۔
 "تمہیں دکھ ہو رہا ہے یا سیف؟" اس نے قہقہہ
 بھرا ہوا سوٹ نہیں پہنا۔ "وہ کچھ بھی دیکھ لے پھر
 کچھ خاموشی سے اسے دیکھا۔
 "میں یہ سوٹ پانچوں کی مگر جا رہی تھی۔ اس کی
 تم لے جاؤ۔ جب ملے گا تو لے کر آنا تب یہ سوٹ

ان کے ہاتھ مٹتی کی انکو تھی کے ساتھ بھینچا۔ "اس
 نے کہتے ہوئے نظریں چرائیں۔
 سیف کے پیچھے ہوئے لیوا پر بے ساختہ
 عکاسیت چل گئی۔
 "کتنی خوب صورت بات کہی ہے تم نے۔" وہ
 ٹل کر دنا "مگر کچھ پوچھو تو یہ گفٹ نہ لیتا" تمہاری
 اس سوچ ہے۔ بالکل ہی دقیانوسی خیالات ہوں وہ
 میں نہیں چلتے۔"
 "میں پیشہ ایہ یو جس خیالات نہیں۔ تم غور کر
 کر کہو تو کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جو ہمارے بس میں
 نہیں ہوتیں۔"
 "مثلاً؟" اس نے پوچھی۔
 "مثلاً محبت۔"
 "پھر اور؟"
 "مگر کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جو ہمارے بس میں
 ہوتی ہیں۔ تم سمجھو کہ یہ گفٹ نہ لیتا ان کی باتوں میں
 ہے۔"
 "جی کیا میری خوشی مقدم نہیں ہے تمہارے
 لیے؟"
 "تمہاری خوشی مقدم ہے تب ہی میں تم سے ملنے
 آئی ہوں ورنہ میں اتنی جلدی ملنے کی بھی قائل نہیں
 ہوتی۔ اب تک ہمارے درمیان کوئی ملتی رشتہ نہ قائم ہو
 سکا۔"
 "محبت ملتی رشتہ نہیں ہے؟"
 "نہیں یہ تو فکری و روحانی رشتہ ہے جو بعض دلوں
 کے اشتعال کے قیام میں آجاتا ہے۔" وہ چند لمحوں
 کے سکوت کے بعد گویا ہوئی۔
 "محبت میرے لیے ملتی چیز نہیں کہ اس کے
 لیے میں کوئی مالی یا مادی فائدہ دھونڈوں گی۔ ہم میں
 کوئی عورت نہیں ہے کچھ تو فرق رہے جو جن کا مشغلہ ہی
 پہلی کی جھپٹ خالی کرنا ہے۔ ایسی عورتیں محبت پر
 غلامی کا شکار ہوتی ہیں۔" وہ انہوں کی سے کہنے لگی۔
 "محبت محبت کن پر قابض ہوتی ہے؟"
 "محبت جیسی عورتوں پر محبت قابض ہوتی ہے

جن کے لیے اہمیت ہوتی ہے تو صرف محبت کی۔ کوئی
 بھی مالی یا مادی فائدہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا جن کے
 لیے۔" وہ ہلکے سے مسکرائی۔
 "تمہاری یہ بات بھی باری ہے۔ بالکل تمہاری
 طرح۔"
 اس دن وہ کمرے میں آئی تو اس کے دامن میں
 بہت خوش کن دھڑکے بندھے ہوئے تھے اور بہت
 خوب صورت لگے۔ وہ اس کے دل میں بیٹھے مسکرا
 رہے تھے۔
 ملازمہ آکر اسے کھانا دے گئی۔ اس نے چند نوالے
 لے کر نرے داپس کر دی ویسے بھی جس دن وہ بہت
 زیادہ خوش ہوئی اس دن کھانا اسے اچھا نہیں لگا تھا۔
 خوشی میں اس کی بھوک اڑ جاتی تھی۔
 "کدو دس بج گئے ابھی تک صائمہ نہیں آئی۔" وہ
 آکر بستر پر لیٹ گئی۔ ریموٹ اٹھا کر ٹیلیفون پر مل بدلتے
 ان ہی سوجھوں میں اسے خند آئی۔
 نہ جانے کون سا وقت تھا۔ جب دروازہ اندر سے بند
 ہونے پر اس کی آنکھ کھلی۔
 "صائمہ! تم آگئیں؟" اس نے کھل منہ سے
 ہناتے بغیر پوچھا۔
 "ہاں! اسے لگا کہ اس کی کواڑ کھپ رہی ہے
 مہدی میں آئی ہے شاید اس لیے۔" وہ پھر سوئی۔

 "سیف کی کوئی خبر نہیں۔ کل اس کا دوست گیا نام
 ہے۔ کتنی ہلکا فرازا اس کا پوچھ رہا تھا کہ بہت دنوں سے
 نہ ملے ہیں آری۔ وہ ٹھیک تو ہے؟ اب میں کیا کرتی
 اسے رہیں کہ کمرے تو روزانہ اسی ہمارے لگتا
 ہے۔"
 "میں غلام مصطفیٰ نے سگریٹ لٹل کرے میں
 رکھ کر بچا دیا۔"
 "کہاں ملا تھا تمہیں؟" انہوں نے ہاتھ سے چائے
 کاکپ لے کر اٹھا رکھا۔
 "کل سینٹر ملا تھا۔ ایک دو بار پہلے کمر بھی آچکا

سے سیف اور سہیل کے ساتھ اسٹیڈی کرنے لگے۔ وہ دینے کی باتی بند کر دیں۔

ہاں۔ ڈاکٹر عبد القادر نے بھی مجھ سے شکایت کی ہے کہ سیف مستونوں سے کلج سے غیر حاضر ہے اور یہ کہ وہ کسی ایجنس کا اشارے اور ہمیں اس کی ایجنس کا ہنگامہ چاہیے۔ میرے سامنے تو کھٹا نہیں تھا۔

وہ نکلتا ہے۔ میرے ساتھ۔ ذرا پوچھ کر تو دیکھو۔ وہ چائے کے ٹیکے کے ٹکٹ لینے لگے۔

مجھے شین تو میں نے بھی بہت پوچھا ہے مگر اس نے بتایا نہیں کہتا ہے لیکن اس سہیل والا والد میرے دل سے بچہ گیا ہے میں میرے دل میں ٹھیک ہو جاؤں گا۔

تم زامرات دیں گے پھر میرے ساتھ بیٹھتا ہے ہاتھ کرنا ہے وہ یہ سب مجھے دھوکا دینے کی خاطر کرتا ہے میں میں ہوں اس کی پریشانی مجھ سے کہاں چھپی رہتی ہے۔

مگر پھر بھی تم کو خوش کرتی رہو کیا پتہ کسی کنور لیو میں کل چلے۔ انہوں نے کہی سانس لیتے ہوئے کہا۔

”چہ نہیں سہیل کہاں چلا گیا چہ بچہ لڑکی نکل لیا اسے۔ رہیں! دیکھو کہیں اس وجہ سے تو سیف پریشان نہیں کہ کہیں سہیل کا دوست ہونے کی وجہ سے وہ پولیس کی پکڑ میں نہ آجائے۔“ ان کا دل ایک بار ہر نہ ٹھنک سے بھر گیا۔

”نہیں نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ تم خواہ مخواہ کے دوہم نہ ہاؤ۔“ انہوں نے ہنسی کو تو ٹھنک کر دیا مگر خود کہی سوچ میں ڈوب گئے۔

”سیف! وہاں کی پکار پر کمرے میں جاتے جاتے رک گیا۔“

”کھانا کھایا برا؟“

”نہیں اہاں!“

”اچھا تم پلو اپنے کمرے میں میں لے کر آتی ہوں۔“

”میرا کر چلا گیا میں تمہیں کہاں ڈھونڈوں تم کہاں باجیسی اور عزیز! میں تیری بار تمہارے علاقے

سے ناکام لوٹا ہوں۔ ابھر بھی کالے پانچوں کا سفر ہے جس میں تم ہو جا جا رہا ہوں اور جا جا رہا ہوں کوئی اس کا شکای نہیں جس کے سامنے کل سکول ابھر سکول۔ یہ کیسی مسکرات کی ذور تم نے میرے پاؤں میں بارہمی ہے کہ سفر ختم ہونے میں ہی نہیں آیا۔ کوئی چل رہا تھا نہیں کوئی مسافرت کا اقامت نہیں۔ صرف کروٹ مگر ہے اور ابھر ہے جو جسم و جاں سے لپٹا۔ ہر حال کا سامنے بنا ہے۔“ وہ آنکھوں میں آنے والی نمی کو بار بار صاف کر رہا تھا۔

”سیف! انہو کھانا کھاؤ وہ اس کے کمرے میں داخل آتے ہوئے ملازم نے انہوں نے ان کے ساتھ قہقہہ وہ ہنسنے سمیت یہ ہے نیم دراز آنکھوں پر پاندہ رکھ لیتا تھا۔

”سیف! انہو بیٹا! وہ پلٹ میں حاکم نکل کر نکل پر رکتے ہوئے بولیں۔

وہ اٹھ کر وائش رووم میں منہ دھوئے چلا گیا۔ وہیں آکر کر رہی بیٹا۔

”کہاں! آپ نے کہا کیا؟“ اس نے نوالہ توڑتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں! ہم نے کہا کیا۔ اب تم کھاؤ تو میں جا کر سوؤں۔“ وہ اس کے کھانا کھانے تک خاموشی سے بیٹھی رہیں۔ وہ کھانا کھا چکے کے بعد ہاتھ دھو کر وہیں آیا تو انہوں نے بات بھینری۔

”سیف!“

”ہی اہاں!“

”ہوئے دونوں سے پریشان لگتے ہو بیٹا! میں میں ہوں تمہاری سب محنتی ہوں۔ مگر تم جی بات نہیں کرتے جانتے نہیں آخر کیا بات ہے جو ہنگامہ میں ہے وہ بتاؤ۔“ وہ اس کی پریشانی دیکھتے افسوس ہو گئے۔

”اہاں! آپ خواہ مخواہ پریشان اور رہی ہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے نا میں تو ہوتی ہی وہی ہیں۔“ وہ جھپٹے ہوئے بولے۔

”وہی نہیں تو وہ سوچتے تھک۔“

”ایسا تو اس طرف جانا ہی پسند نہیں کرتے ہیں کہ

دینوں کی طرف بھی نہیں۔“ وہ کیسے مان بھٹکتے ہیں کہ یہی کی ذات کی ایک لڑکی نے ان کے بیٹے سے سب کچھ چھین لیا ہے۔ وہ کیسے پری مدد کر سکتے ہیں۔ اگر میں انہیں بتاؤں تو وہ تو ناراض ہو جائیں گے کہ میں ایک لڑکی کے پیچھے پاگل ہو رہا ہوں جس نے اپنا ہی اٹھاتا بھی نہیں چھوڑا ہے۔ بس ایک بار میں اسے بچہ نکالوں پھر ہر طرح سے بلایا اور راضی کر لوں گا۔“

اس نے بے عزم ہو کر سوچا۔ ”مگر تم مجھے ملو تو عزیز!“

اس نے کسی سے خود کلامی کی۔

”ایک بار پھر میڈم حمیدہ کی طرف جا کر دیکھوں۔ اب اتنے میں ہوئے ہیں ہو سکتا ہے حساب کی بار دہناتا ہے۔“

اور وہ سرے ہی ان وہ میڈم حمیدہ کے آفس میں بیٹھ رہا تھا۔

”آپ مجھے عزیز کا پتا دیں۔ میں آپ کو منہ مانگی رقوم سکھا ہوں۔“

”دیکھو سیف صاحب! میں آپ کو پہلے بھی بتا چکی ہوں کہ اس سلسلے میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتی ویسے ہی عزیز کا پتا میرے پاس صرف بدین ضلع لکھا ہوا ہے پہلے ہی چنی خاوری ہوئی ہے میری۔ کاروبار ٹپ ہو گیا۔ اب کوئی اور محنت پر بھی کمر لیتے چار نہیں ہوتے۔ اور سے پولیس کی پوچھ گچھ۔ جوی خٹوں سے جان چھوٹی ہے میری اگر آپ مجھے زیادہ ٹک کریں گے تو مجبوراً مجھے پولیس کی مدد لینا پڑے گی اور آپ کے لیے یہ شایہ ہی کافی ہے کہ سہیل آپ کا ملازم تھا اور ملائے کے نام آپ ہی اسے لے کر گئے تھے۔“ وہ بغیر سانس لے پوکی چلی گئی۔

وہ ایک بار پھر بے مراء لوٹا تھا۔

وہ کہہ رہی تھی کہ صاحبہ کلانی دونوں سے کچھ پریشان لگ رہی ہے مگر وہ اسے کچھ بتانے سے بھی گریز کیا۔ اس نے سوچا کہ وہ اس سے پریشانی کا سبب پوچھے مگر کئی بار وہ پوچھتے پوچھتے رک جاتی جب وہ مناسب

مجھے کی تو خود ہی بتا دے گی۔ یہ سوچ کر وہ غصہ و غصہ جاتی تھراپ وہ اس کو کچھ لیا وہیں لوٹ کر نے لگی تھی۔ ملائکہ یہ بات بھی اس کی طبیعت کے خلاف تھی۔ صاحبہ بہت کم کلاسیں لٹینے کر لیں۔ صاحبہ! خدا کے لیے ہم یہاں پڑھنے آئے ہیں اور تمہاری اتنی چٹخیاں۔ بہت حرج ہو رہا ہے چھٹی کل۔“

وہ اسے کوئی جواب دے پھر آنکھیں موندے پڑی رہتی۔

”آخر تم کو ہو کیا کیا ہے؟“ بلا آخر اس نے ایک دن پوچھ ہی لیا۔ ”آپ تم سہیل سے بھی کھلنے لگی ہو کیا کوئی ناراضی ہے؟“

”نہیں۔“ اس نے جواب دے کر گریٹ بدل لی۔

”آج تم مجھے بتاؤ۔“ وہ گھوم کر اس کے سامنے آئی ”میں انتظار کرتی رہی کہ شاید تم خود ہی بتاؤ مگر تم تو ایک لفظ بھی نہیں بولتی ہو۔“

”بہنے پر بیٹھ کر اس کے ہاتھوں میں انگلیوں سے کھنکھنے کرنے لگی۔ اسے صاف لگا کہ وہ اس کے انہایت بھرے انداز پر آنکھوں میں آنی نمی لپٹے اندر اندر نے کی کوشش کر رہی ہے۔

”صاحبہ!“ اس نے جھک کر اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ صاحبہ نے فوراً ”آنکھیں بند کر لیں۔“

”تم جاؤ عزیز! اور نہ بولناکت نکل جائے گا۔“

اس وقت تو وہ خاموشی سے چلی گئی تھی مگر شام کو جب سیف اس سے ملنے آیا اور وہ خود شکار کیفیت میں جانے کو مڑی تو اس نے اسے پکار کر کہا۔ ”عزیز! ملنے میں غلط رہا کرو اور اتنی جلدی جلدی مت ماکرو۔ غالباً تمہیں دن پہلے ہی سیف آیا تھا۔“

وہ رک کر اس کی طرف مڑی۔ ”یہ تم کہہ رہی ہو صاحبہ!“ وہ دھیس کر اس کے پاس ہی بیٹھ گئی۔

”ہاں!“ اس نے کھنوں پر رکھی کتاب کو افسردہ سی مسکان کے ساتھ بند کیا۔

”تم تو کہتی ہو اتفاقاً محبت کو کھا جاتی ہے؟“ اس نے حیرت سے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

ہاں کہتی تھی۔ "اں سے ہمیں سانس کی کمی
 نہیں ہے۔" کہتا ہے کہ عورت کو غسل و وضو کر کے تو پھر نکلتا نہیں اور
 جاتا ہے اس لیے پھر وہ اڑے اس پر بیٹھ بندو رکھتے
 چائیں تاکہ کشش قرار دے۔ یہی جلتا اس کے
 اگر سارے ہی بچہ کھل جائیں تو پھر من اتنی حیثیت
 نکھڑتا ہے اور من بے حیثیت ہو جائے تو سکون کم ہو
 جاتا ہے۔ لے ملاشتے ملاشتے ہم اپنا آپ کھو دیتے

”خاتمہ! اس نے اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا۔“
 ”عزیزہ! عزیزو! یہ کہتا ہے کہ وہ تم سے شادی
 نہیں کر سکتا۔“ اس نے مسکاتے ہوئے اس کی گردن پر
 سر رکھا، ”تمہیں کیا ہے عزیزو! اس کی ہاتھ جتنے اور سلی
 ری ہوں۔ وہ اب کہتا ہے کہ میں مجبور ہوں؟ کیا
 تب آک وجود مجھ سے انکار کیا ہے؟“ وہ کہتا
 ہے۔ چلو میں تمہیں کسی لینڈی ڈال کر کے پاس سے لے
 دوں۔“

جہاں وہ صاف سے شادی کر لے گا تو اسے چاہیو
 ہے یہی کہہ دیا جائے گا۔
 مگر کیا تم ب کچھ جانتے تھے سینہ؟ اس نے
 سے کہا۔

حضرت نے فرمود ہے اسے دیکھو اور صبر کرو
تک کہ جسے میں کیا حق ہے۔

لینے کی باری آئی ہے۔ اس کا بیٹا خوش رہا تھا۔
 سوئی کی رات میں کھڑی ہوئی تو دیکھا کہ بی بی سو جاتی
 ہیں۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر کھڑی ہوئی تو دیکھا کہ رات
 کے گیارہ بج رہے تھے۔ باہر چاندنی تھی سو اس نے
 چھوٹی سی کھڑکی سے دیکھا کہ وہ کسی طرف جاتے جاتے رہے۔
 کھڑکی کے پاس کھڑی رہ کر اس کی آواز آرہی تھی وہ دیکھ
 چکی تو ان کی سمت بھاگ گیا۔
 "تم مجھے زہر لادو میں کھا کر مر جاؤں یہ اس سے
 شادی نہیں کروں گی۔ میرا دل اسے توڑ دیتا ہے۔"
 "میں مانتا ہوں کہ تم میری کھائیں گے تو دونوں کھائیں
 گے یہ میرے پاس ایک اور راستہ بھی ہے۔ ہم دونوں
 پہلے سے گل چلیں۔ میرے پاس اتنا پیسہ ہے کہ
 ہمیں کہیں بھی چل کر رہنے میں تکلیف نہیں
 ہوگی۔"
 "مر مارو اگر ہم بچوں کے لئے تو نہ لوہر کے رہیں
 گے تو لوہر کے اس سے میرے تم زہر لادو۔"
 "پہلیں نہیں مانتا! ہم جیپ میں جا میں گے۔"
 "میں یہ تو ہے کہ پورے گاؤں میں ایک ہمارے پاس
 ساری ہے۔ لوگ جب تک کھوٹوں پر ٹھہر رہے ہیں
 گے وہاں سے کوئی گاڑی لے لیں گے تب ہم ان کی
 پہنچ سے دور چلے جائیں گے۔ میرے چند دوست ہیں
 جو ہمیں مدد دے سکتے ہیں۔ تو پریشان نہ ہو۔ ہم ایک
 دو سرے کے بیانی ہی میں سکتے۔"
 آگے سننے کی اس میں ہمت نہیں تھی۔ وہ آکر
 چارپائی پر لیٹ گیا۔ یہ کیا ہونے جا رہا تھا۔ ان کے
 دونوں پہلے خاندان کے لیے باعثِ ذلت ہوتے۔
 ساری رات اسے غیر نہیں آئی۔
 دو صبح دن اس نے غیر جانے کے بہانے عارف
 سے جیپ کی چابی لے لی تھی۔ شام کو جب وہ آیا تو
 عارف نے اس سے چال چال کی۔
 "تم اس وقت کیسے جا رہے ہو؟" اس نے
 "میں نے اپنے چل چل۔"
 "میں نے سوچے تھے کہ لینے جاتا ہے۔ تم وہ
 سے آتے ہو اس لیے ابھی ہے۔"

"مجھے قرعہ کلکوں میں کچھ لکھ رہے ہیں رات کو
 وہاں جاؤں گا۔ وہ یہ ہے۔ ان کو لکھ رہے ہیں کہ تم جیپ
 اٹھا کر چالی لے لیتے۔"
 وہ ہنسا ہنسا کر جیپ لے آیا۔ گاؤں کے باہر اس نے
 جیپ کھڑی کر دی اور خود اس سسٹلے کا دل سوچنے لگا۔
 "اگر میں لیا کو جاؤں تو بھی ایسی طرف بھاگے
 سے روک سکتا ہوں۔ خود دیکھو یہ تو نہیں۔ یہی ذلت
 ہوگی جب دو لاشیں اسٹریٹ میں پڑیں گی۔ لاش بھائی یا
 کسی پر اس کی موت تو مجھے قیل نہیں اور مانتا ہے۔
 کیوں ہے کہل مرسہ اور کسی ذلت ہوگی جب وہاں
 نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔" وہ سڑک پر
 منگھڑت چھوٹا رہا۔
 بالآخر وہ ایک تھکے پر پہنچ کر دوپہر رات کو گھر لوٹ
 گیا۔ عارف جاگ رہا تھا۔
 "میں نے سوچا کہ صبح تمہاری نیند خراب کر دوں گا
 اس لیے تم سے چال چال لینے کے لیے جا رہا ہوں۔" یہ بھی
 جیسی ہستے ہوئے بولا۔
 اس نے چالی۔ سب سے نکال کر اس کو تھمائی۔
 "لو! یہ دو راتیں تم نے سوچیں ہیں مگر یہ بھی ذلت
 ہے اور یہ راستہ میں نے نکالا ہے۔ اس پر بھی ذلت
 ہے۔ جب تمہیں راستوں پر ذلت کھڑی ہو تو عقل
 مندی کا گناہ ہے کہ اس راستے پر چلا جائے جس پر
 ذلت کم سے کم ہو۔ جب اس گاؤں میں کل کا سوچ
 ابھرے تو اس کی کرشمہ تمہارے لیے اس گاؤں میں ہی
 پڑنی چاہئیں۔"
 عارف خوف زدہ ہو کر اسے دیکھتا رہا کہ وہ اس سے
 دے نکلا۔
 وہ ساری رات اسے بستر پر بیٹھا مگر نہ چلتا نہ تھا۔
 کمرے کے دو سرے کمرے پر رگھی چارپائی پر عارف
 سونے کی تاہم لوٹا کھڑی کر رہا تھا۔ اس کے کمرے سے
 باہر کمرے میں اس کے پاس جیپ کی چابی لٹائی ہوئی
 تھی۔ ان کے کمرے کے ساتھ جو کھوٹا تھا اس میں
 ناہیہ اور مانتا سو رہی تھی۔
 دو بار بار رات بھر اور کھڑی رہا۔ یہی جیسی وقت

ابھی اس سے چھوٹے کو نہیں ملی تھی۔
 مرنے والے لاشیں دیکھ کر شروع کر دی تھیں۔ وہ کچھ
 دیر اور جاتا رہا۔ اس کے باپ کی کھانسی کی آواز آرہی
 تھی۔ "خیر کے لیے اٹھ جاؤ۔ اے پتا تھا کہ اب
 لاشیں کی اور اٹھ کر گر کر مہمانی سے لیا کو وضو کروائے
 کی حساب ہو سکتا تھا سو بے سود ہو کر سو گیا۔
 "مرے دن اس کے شادی سے انکار پر ایک کرام
 چاہتا تھا۔
 "اس کو جیسا شرم نہیں جب تاریخ طے ہو گئی ہے
 تب کہتا ہے کہ میں اس سے شادی نہیں کروں گا۔
 جب سچ ہوگی کسی تب انکار کرتا۔ میری شیم بھیجی
 میں اس کے لیے پانچ ستائیں کیوں۔ اب لوگ کھوٹوں
 کر رہے ہیں۔ میری بکری یاؤں میں ڈالنے کی بات
 کر رہا ہے۔ تم میں لوٹا مصلحتی۔ تمہاری شادی ہوگی تو
 لاشیں سے ہوگی۔" اس کا باپ گرجا۔
 باپ کی اسی خدی طبیعت کی وجہ سے تو اس نے
 حقیقت نہیں بتائی تھی۔ وہ ہر صورت اس کی شادی
 مانتا ہے کہ اس نے سوچتے ہوئے باپ کو
 دیکھا۔
 "میں شرمی لڑکی سے شادی کروں گا۔ آپ عانت
 کی شادی اور عارف سے کریں۔" اس نے سر اٹھا کر
 کہا۔
 "میں زیادہ فیصلہ نہ کر میں نے کہہ دیا کہ تمہاری
 شادی طے ہے اور ہو کر رہے گی۔"
 "میں بھی آپ کا بیٹا ہوں اب آپ طے کر چکا ہوں
 کہ میں مانتا سے شادی نہیں کروں گا پھر کسی قیمت
 پر آپ کا فیصلہ نہیں ہوں گا۔"
 "میں اس بات پر میرا فیصلہ نہیں تھا یہ تو
 نے ہی بتایا تھا کہ یہ کہتا ہے مانتا سے شادی کرے
 گا۔"
 "مجھے کیا ہے؟ میں اس نے خود ہی تو مجھ سے کہا
 تھا۔" وہ ہر گے آگے کاتب رہی تھی۔
 "وہ چند سال پہلے کی بات تھی۔"
 "اب کیا کہتا ہے نامراد؟ چند سال پہلے کی بات
 ہے۔"

میں نے یہ شادی کیا کرنا ہے۔ "جب اللہ
 میری شادی کرے گا۔ میں کبھی نہ کہوں گا۔"
 "مجھے یہ فیصلہ مانتا ہے۔ میں نے کبھی نہیں
 کیا تھا۔" اس نے کہا۔
 "کب ہوئے لی جیسے چھوٹے چھوٹے نہیں ہوں
 لوہے بھی لاشیں لے لیتے تھے۔" اس نے کہا۔
 (ایک دن وہ سری زمین چھوڑتے نہیں جوں
 بلور لوگ وہ بھی اللہ ہو گیا وہاں پر ہمارے
 ہو جاتے ہیں۔)
 اس کے باپ نے کھانسی سے منہ دھو لیا۔
 اس کا بیٹا چاہا کہ وہ سب کچھ اس وقت باپ کو بتا
 دے کہ وہ عزت برقی تو سب کچھ توہین کرنے کا باپ ہے
 مگر عارف کی التجا سے گاؤں اسے کچھ بھی بتانے سے
 روک رہی تھی۔ اسے یقین تھا کہ جب وہ گاؤں
 چھوڑ دے گا تو مانتا کی شادی عارف سے ہی ہوگی
 اور ایسا ہی ہوا۔
 اور اب اسے سالوں بعد وہ ایسے جا کر اس پہنچ کے
 آگے دست سول دراز کرتا۔
 "تم اس لڑکی کے لیے پریشان نہ ہو۔" اس نے کہا۔
 "نکالو اس نے پوچھا۔" اس نے نظر سے جھکا لیا۔ "میں
 اسے جانتا ہوں۔"
 اس نے سر اٹھا کر حیرت سے باپ کو دیکھا۔
 "یہ ر نہیں عارف کی بیٹی ہے نا؟" اس نے تصویر
 والا ہاتھ ہلا کر کہا۔
 "یہ بیٹی آپ کو بتا ہے اس کے گاؤں کا؟" ان کی
 آنکھوں میں پانی آ گیا۔
 اس نے بٹے کو دیکھا اس کی آنکھوں کی نمی کو
 دیکھا اس کا دل شفقت سے بھر گیا۔
 "ہاں یہ میری بیٹی ہے۔"
 "تم کو ایک سال ہونے کو لیا پر یہ سنہلی نہیں۔"

